

# رسائل و مسائل

## موسیقی اور گناہ: چند پہلو

سوال: ”میڈیا کا مشرف بہ اسلام ہونا“ (”رسائل و مسائل“، اگست ۲۰۰۰ء) میں آپ نے فرمایا کہ اسلام میں موسیقی اور آلات موسیقی کی ممانعت ہے۔ اس حوالے سے چند سوالات وضاحت طلب ہے:

- ۱۔ کیا موسیقی کی ممانعت کسی نص صریح یا مستند حدیث سے ثابت ہے؟
- ۲۔ موسیقی انسانی جذبات اور اشعار وغیرہ کی دل نشیں ترجمان ہوتی ہے۔ کیا جائز و مباح جذبات و اشعار کا اظہار آلات موسیقی کے ذریعے نہیں کیا جاسکتا؟
- ۳۔ کیا اصلاحی، تعمیری و تفریجی فلموں اور ڈراموں میں قرآن کے جملیاتی اور مقصدی پہلوؤں کو اختیار کیا جاسکتا ہے؟ سورہ یوسف تو قرآن کے جملیاتی حسن کا زندہ و جاوید شاہکار ہے۔
- ۴۔ شادی بیاہ کی جدید موسیقی، فوجی، علاج و معالجہ، پی ٹی اور ڈرل وغیرہ کی موسیقی کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟
- ۵۔ کیا آپ کے پاس جدید میڈیا کے عوامی پروگراموں کا جواب دینے کے لیے کوئی منصوبہ ہے؟ امید ہے کہ ان سوالات کے جواب سے دعوت دین کے نئے پہلو سامنے آئیں گے۔

جواب: آپ کے سوال کا اصل رخ میڈیا یا ابلاغ و ذرائع ابلاغ سے زیادہ موسیقی کی طرف ہے۔ جمال تک موسیقی کا تعلق ہے ہمارے علم و فہمانے اس سلسلے میں یہ اصول اختیار کیا ہے کہ جس طرح بداخلی اور خوش بجائے خود حرام ہے اسی طرح جو چیز حرام کی طرف لے جانے والی ہو، وہ بھی حرام ہو گی۔ موسیقی کی حرمت و حرمت کو مؤخر کرتے ہوئے اس بات سے کوئی ذی عقل انکار نہیں کر سکتا کہ اس کا قریبی تعلق اور نسبت جن افعال کے ساتھ ہے وہ واضح طور پر حرام ہیں، مثلاً رقص و سرود۔

قرآن کریم میں سورہ لقمان کی آیت نمبر ۶ میں ارشاد فرمایا گیا: ”اور انسانوں ہی میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کلام دل غریب خرید کر لاتا ہے تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے علم کے بغیر بھکادے اور اس راستے

کی دعوت کو مذاق میں اڑا دے۔ ایسے لوگوں کے لیے سخت ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔“ یہاں یہ بات واضح کر دی گئی کہ ہر دور میں گمراہی و ضلالت دعوتِ اسلامی کا مقابلہ کرنے اور لوگوں کا دل اس سے اچھات کرنے کے لیے موسيقی، رقص اور قصہ گوئی کی ثقافت کو استعمال کرے گی جیسا کہ کمی دور میں اس وقت کے گمراہ دانش و روؤں نے کیا۔ یعنی اسلام کی بڑھتی ہوئی قوت کو روکنے اور عوامِ اخلاق کو اسلام کی سچائی و حقانیت کے مقابلے میں نفس پرستی اور ہوئی کے فتنے میں پہنانے کے لیے عراق سے ناچنے گانے والی لوندیاں لا کر مکہ میں ان کی محفلین جمادیں تاکہ وہ کھلیل کو اور لوبج میں گم ہو جائیں اور ان کے دل و دماغ پر موسيقی، رقص اور قصہ کمانیوں کا قبضہ ہو جائے۔ اس طرح باطل نے حق کے مقابلے کے لیے ایک سوچی سمجھی حکمت عملی اختیار کی۔ یہ لوندیاں شاہانِ عجم کے قصہ کمانیوں کے ذریعے نوجوانوں کے ذوق اور پسند کو متاثر کرنے کے لیے لائی گئیں تاکہ وہ حق سے متأثر نہ ہو سکیں اور ان میں سبیل گی کی جگہ لاابالی مزانِ پیدا ہو جائے۔ چنانچہ جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اس آیت میں لو الحدیث کی اصطلاح کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ہو والله الغناه، ”خدا کی قسم“ اس سے مراد گناہ ہے۔“ (ابن جریر، ابن ابی شیبہ، حاکم، بیہقی، بحوالہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفسیر القرآن، ج ۲، ص ۹)۔

گویا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے قول کی روشنی میں گانا یا غنا میں الحدیث ہونے کی بنا پر منوع قرار پایا۔ خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: لا يحل بيع المغافنات ولا شراؤهن ولا السجارة فيهن ولا اثماهنهن، ”مغفنة عورتوں کا بیچنا اور خریدنا اور ان کی تجارت کرنا حلال نہیں ہے اور نہ ان کی قیمت لینا حلال ہے۔“ (ایضاً)۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من جلس الی قینة یسمع منها ضب فی اذنیه الانک یوم القيمة، ”جو شخص گانے والی لوندی کی مجلس میں پیٹھ کر اس کا گانا سنے گا، قیامت کے روز اس کے کان میں کچھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔“ (ایضاً، ص ۱۰)۔ اس طرح قول صحابیؓ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے فرمان سے یہ واضح ہو گیا کہ غنا یا گانے کے حوالے سے پیشہ ور مغافنات کا گانا جسے ہم آج کی اصطلاح میں ”شام موسيقی“ سے تعمیر کر سکتے ہیں، حرام کی تعریف میں آئے گا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا کیا اس فرمانِ نبویؐ کی روشنی میں ہر قسم کا گانا حرام تصور کیا جائے گا؟ مثلاً اگر ایک شخص اچھی آواز کے ساتھ حمد، نعمت یا شعر گا کر پڑھتا ہے تو کیا یہ بھی حرام ہو گا؟ اس پر حدیث اور فقہ سے جو بدایت ملتی ہے وہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابتؓ کے اشعار کو ترجمہ سے سننا پسند فرماتے تھے۔ دیگر انبیاء کرام کے اسوہ میں بھی اس طرف اشارہ ملتا ہے کہ ان میں سے بعض کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے گلے کی شیرتی دی تھی، جیسے حضرت داؤدؑ۔ خود نبی کریمؐ کی تلاوت قرآن

کرم دلوں میں اتر جانے والی تھی اور آپؐ نے یہ ہدایت بھی فرمائی کہ قرآن کریم کو بہترین آواز سے تلاوت کیا جائے اور موزون کے لیے ایسا شخص منتخب کیا جائے جس کی آواز میں شیرینی ہو۔ گویا خوش آوازی اور ترجم سے گانا اور معروف کے لیے گلے کا استعمال اسلامی طور پر جائز ہو گا۔ اس بنا پر ترجم کے ساتھ شعر کے ننانے پر فقہاء امت نے کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔

حدیث کے مطابع سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طبلہ بجانے کے ساتھ گانے کو جائز قرار دیا۔ چنانچہ بخاری اور مسلم میں سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ منیٰ کے قیام کے دوران عید الاضحیٰ کے دن ان کے سامنے دو لڑکیاں طبلہ بجا کر گاری تھیں، جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر پر رومال ڈالے استراحت فمارا ہے تھے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ داخل ہوئے اور انہوں نے لڑکیوں کو تھنی سے منع کیا۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرمبارک سے رومال اٹھا کر ان سے کہا: ”انھیں کرنے دو، ابو بکر یہ عید کے دن ہیں۔“

امام غزالی نے احیاء علوم الدین میں روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریمؐ نے مسجد بنوی کے میدان میں بعض جیشیوں کو کرتب کرنے پر ان کی بہت افسوسی فرمائی اور خود سیدہ عائشہؓ سے پوچھا کہ کیا تم انھیں دیکھنا پسند کرو گی؟ پھر آپؐ نے سیدہ عائشہؓ کے ساتھ کھڑے ہو کر ان کے کرتب ملاحظہ فرمائے حتیٰ کہ سیدہ عائشہؓ خود تحک کر چلی گئیں (شیخ یوسف القرضاوی، الحلال والحرام فی اسلام، ص ۱۰۳، مطبوعہ امریکن ریسٹ پبلی کیشنز)۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کم از کم طبلہ کے ساتھ گانا، جب کہ نفس مضمون فاشی اور مذكرے خالی ہو، جائز ہے۔ اسی طرح اگر حج کے دوران منی کے قیام میں، خود مسجد بنویؐ کے صحن میں حضورؐ نے جیشیوں کے کرتب پر اعتراض نہیں فرمایا تو ایسے جسمانی کرتب، جن میں کسی فرش کا دفل نہ ہو، یا ایسے گانے جو برائی پر ابھارنے والے نہ ہوں، حرام اور ناجائز قرار نہیں دیے جاسکتے۔

گویا بیشتر اجتماعی مسائل میں ہمیشہ نفس شرعی (قرآن و سنت) کو ہی بنیاد بنا لیا جاتا ہے لیکن بعض اوقات احتیاط کے پیش نظر اور کسی شے سے مذکرات سے قریبی نسبت کے سبب بھی اسے حرام تصور کر لیا جاتا ہے۔ چنانچہ گانے کی نسبت ہم نے یہ رائے قائم کر لی ہے کہ اگر آج صرف طبلہ کے ساتھ گانے کو گوارا کیا گیا تو کل بہت سے نئے آلات موسیقی کے ساتھ نہ صرف ایک بلکہ نغموں کا ایک سلسہ شروع ہو جائے گا۔۔۔۔ یہ ایک جائز خدشہ تو ہے لیکن دلیل نہیں۔ صورت واقعہ یہ ہے کہ ہم جس وقت اس بات پر بحث کر رہے ہیں کہ کیا جس چیز کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے، جن کا ہر ارشاد و عمل عالم گیر حیثیت رکھتا ہے، حلال قرار دیا اور ان کے یہ فرمانے پر کہ عید کے موقع پر طبلہ کے ساتھ لڑکیوں کو گانے دیا

جائے، ۲۰۰۱ء میں عمل ہو گا یا نہیں؟ عین اسی وقت جب شیطانی تمثیل اپنی تمام حجج کے ساتھ اس اصل احوالہ حدیث سے سو قدم آگے بڑھ کر جو مکہ میں پائی جاتی تھی، امت کے نوجوانوں، بچوں اور بزرگوں غرض تمام مردوں کو اپنی جانب کھینچ رہی ہے، ہمارا جائز سے بھی "احتیاط" کی بنابر احتراز کرنے پر اصرار کرنا اگر شدت پسندی نہیں تو کم از کم اس استعمال کے منافی ہے جو اسلام کا مقصود ہے۔

اس بنیادی وضاحت کے بعد آپ کے سوال میں اٹھائے گئے نکات کا سلسلہ دار جواب درج ذیل ہے:

- اوپر ذکر کی گئی حدیث میں آلات موسيقی کے ساتھ گانے والی لوگوں کے حوالے سے واضح حرمت کی بنیاد پر صرف وہ گانا جائز ہو گا جسے خود شارع علیہ السلام نے جائز قرار دیا۔

- یہ تصور کہ آلات موسيقی سے پیدا کردہ موسيقی اور پیشہ ور گاگنوں کے دادرے اور محمریاں ہی انسان کے لطیف جذبات اور جمالیاتی ذوق کی تکمیل کر سکتے ہیں، ایک بے بنیاد مفروضہ ہے۔ فخر کے وقت پرندوں کا اللہ تعالیٰ کے حضور حمد کرنا، بتتے ہوئے چشمہ دریا اور جھیل کا سکون و سکوت اور کبھی تلاطم بغیر آلات موسيقی کے استعمال کیے ایک مشاہدہ اور غور کرنے والی روح کو جو سور و تکمیل اور لذت فراہم کرتا ہے وہ مصنوعی آلات سے کبھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے موسيقی اور موسيقیت کو آلات موسيقی سے مطلقاً وابستہ کر دینا روح موسيقی کے منافی ہے۔

- اصلاحی، تعمیری، اخلاقی اور تفریحی مقاصد کے پیش نظر قرآن و حدیث کی بے شمار تعلیمات کو تمثیل انداز میں پیش کرنا ایک احتیادی عمل ہے اور اس میں مصف، اداکار اور بہایت کار ہر ایک کا شریعت کے مقاصد اور اصول سے واقف ہونا ضروری ہے تاکہ گانا ہو یا تمثیل، اداکار کو اسلامی حدود کا پورا علم ہو۔ میڈیا کے ذریعے تقویٰ، حقوق العباد، حقوق اللہ، ترکیہ نفس، ترکیہ مال، ترکیہ معاشرہ، عدل و انصاف کا قیام، برادری نیکی کا رائج کرنا، جمالت، فضاد، قتل و غارت کے خلاف جہاد غرض بے شمار قرآنی تعلیمات کو ذہنوں میں راجح کرنے کے لیے صرف تقریر اور درس و تدریس کافی نہیں۔ ذرا رائج ابلاغ خواہ اخبارات و رسائل ہوں یا ریڈیو، ٹی وی اور اینٹرنیٹ یا ویگر جدید معلوماتی ذرائع، ان سب کا اسلامی اخلاقی دائے میں استعمال دین کی دعوت اور نشوشاختت کے لیے ضروری ہے۔

اگر ایک جانب شیطانی ثقافت ان تمام ذرائع کو استعمال کر رہی ہو اور ہم محض احتیاط کی بنابر ان ذرائع کے استعمال سے بچے رہیں تو ممانع ہوئی ہوں گے جو شیطان چاہتا ہے۔ اگر ہمارے ملک کے جید علماء نے سینما فلموں کو تصویر کی تعریف سے خارج کرتے ہوئے یہ موقف اختیار کیا کہ اس ذریعے کو دین کی لطیف انداز میں تعلیم و تربیت کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے تو پھر ٹی وی اور اینٹرنیٹ کا اس غرض سے استعمال کیسے جرام ہو سکتا ہے۔ ہاں جن واقعات کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے ان میں ہمیں جدید فنی طریقوں کو اس طرح

استعمال کرنا ہو گا کہ خواتین کے اسکرین پر آئے بغیر ڈراما، فلم وغیرہ بنائے جائیں۔ ایران میں اسلامی انقلاب کے بعد اس قسم کی فلمیں نہیں ہیں اور عالمی مقابلوں میں کامیاب بھی ہوتی ہیں۔

۴۔ شادی بیاہ کے موقع پر صرف وہ موسيقی اختیار کی جاسکتی ہے جو سنت سے ثابت ہے یعنی طبلہ اور دف کا استعمال۔ اس کے علاوہ دیگر آلات موسيقی کے استعمال کی کوئی دلیل ہمارے علم میں نہیں ہے۔ اس اصول کا اطلاق فوج پر بھی ہو گا اور علاج معالجے کے طریقوں پر بھی۔

۵۔ جہاں تک جدید میڈیا کے لیے منصوبہ عمل کا تعلق ہے، تحریکات اسلامی کے پاس شیطانی تندیب کے طوفان کے خلاف اخلاقی اور اصلاحی پروگراموں کے حوالے سے ایک واضح لائچ عمل ہونا چاہیے۔ تحریک اخوان المسلمين نے اسے اپنے پروگرام کا ایک لازمی جزو بنایا تھا اور مصر اور قرب و جوار میں ایسے ڈراموں اور نغموں سے جو تفریحی بھی تھے اور تعمیری بھی، فاشی پر مبنی تفریح کا بہت طور پر متبادل پیش کیا تھا۔ ہمیں بھی اپنی حکمت عملی وضع کرنی ہو گی۔ اس میں جتنی تغیری ہو گی، مشکلات میں اتنا ہی اضافہ ہو گا۔ بہر صورت میڈیا کا تعمیری اور اخلاقی استعمال تقاریر کا بدل نہیں ہو سکتا۔ سمجھیدہ موضوعات پر تحریر اور تقریر کا استعمال نصوص شرعی سے ثابت ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے صحف و کتب کی شکل میں اور انہیے کرام نے اپنے خطابات کی شکل میں دین کی دعوت دوسروں تک پہنچائی، لیکن نہ ان کی تقاریر نہید آور تحسیں نہ ان کی تحریر طولانی۔ اس لیے تحریر و تقریر کے ساتھ ساتھ ہمیں متوازن طور پر میڈیا کا استعمال بھی کرنا ہو گا۔ والله اعلم بالصواب (ڈاکٹر انیس احمد)۔

### خواتین کے لیے شہادت کا درجہ

س: میں نے قرآن پاک کی تفسیر میں پڑھا ہے کہ مرد شہید کے لیے خدا نے طرح طرح انعامات کے وعدے کیے ہیں۔ آپ قرآن و سنت کے حوالے سے یہ واضح فرمائیے کہ خواتین اُس درجے کو کیسے پا سکتی ہیں اور ان کو وہ مراعات کن کاموں سے مل سکتی ہیں؟

ج: خواتین شہادت کے درجے کو شہادت کی تمنا کر کے پا سکتی ہیں۔ وہ یہ ارادہ رکھیں کہ اقامت دین اور دین کی سر بلندی اور غلبے کے لیے انھیں جب بھی بلا یا جائے گا تو وہ نکلیں گی اور اگر جان دینے کی ضرورت پیش آئی تو جان کی قربانی دیں گی۔ ایسی صورت میں وہ شخص ارادے کے سبب سے شہید کیمی جائیں گی۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب آدمی نکلی کا ارادہ کرتا ہے اور اس کو کسی وجہ سے کرنیں پاتا تو اس کے لیے وہ نیکی لکھ دی جاتی ہے اور جو اسے عملی جامہ پہنالے تو اسے ۱۰۰ گناہک ثواب ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا کتنا فضل و احسان ہے کہ شخص ارادے سے بغیر کسی عملی قربانی کے، اس کی قربانی شہادت کی شکل میں لکھ دی جاتی ہے۔ خواتین کو جہاد کے لیے اُس وقت پکارا جاتا ہے جب تعداد کم ہونے کی وجہ سے مرد